مکالمہ ومطالعہ مذاہب کا نبوی منہج

interfaith dialog according to the Sayings of Muhammadﷺ

ڈاکٹر سید باچا آغا*

ABSTRACT

Every Human need Peace. Making peace is a matter of individual and institutional choice, as well as of individual and institutional change. Thus, peace requires a sense of inner conversion (metanoia) a change in policies and practices. Peace-making ultimately requires commitment, courage and sacrifice.

Islam proved that Muslims and non-Muslims are all equal as human beings and are equal in human compassion and relation-ship. The teaching and instructions given by Islam with regard to mutual respect and moral excellence are primarily meant for Muslims; however, non-Muslims are also included in it. The Holy Prophet Muhammad (ﷺ) taught his followers high morals and considerate in dealing with others. The Holy Prophet Muhammad (ﷺ) gave ideas concerning human rights, collective justice, tolerance, and mutual peaceful existence in the internati-onal relations.This article explains about the interfaith dialog according to the Sayings of Holy Prophet Muhammad (ﷺ).

اسلام انسانیت کے احترام کا درس دیتا ہے اور بحیثیت انسان ہر فرد احترام کا حقدار اور مستحق ہے چاہے وہ جس مذہب، رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ بد قسمتی سے مسالک اور فرقوں کی آپس میں جنگ وجدل اور بحث ومناظروں نے عام مسلمانوں کے ذہنوں سے اسلام کی وسعت

* Assistant Professor, Govt: Degree College, Quetta

نظری کو اوجھل کر دیا ہے۔ شیطانی ذہن رکھنے والوں نے یہ پروپیگنڈا مہم کے طور پر جاری کر دیا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو موجبِ گردن زدنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور وسعت نہیں پائی جاتی۔ وہ مسلمانوں کو دوسروں سے الگ تھلگ رہنے کی تاکید کرتا ہے، ان کو انفرادیت پسندی سکھاتا ہے اور کسی غیر مسلم کی خوشی وغمی میں شرکت سے اجتناب کرتے اور اظہار ہمدردی کو حرام سمجھتے ہیں۔ یہ تصور یا تو سراسر غلط فہمی کے سبب ہے یا پھر بد دیانتی کے سبب پھیلا دیا گیا ہے۔ لیکن ہاں اسلام اتنا بھی آزاد نہیں چھوڑتا جیسے کہ موجودہ مادہ پرست تہذیب نے اباحیت کو اس قدر فروغ دیا ہے کہ انسان اپنی جنسی ونفسانی خواہش کی تکمیل کیلئے کوئی بھی بندش گوارا نہیں کرنا چاہتا، ہر طرف مذہبی ہم آہنگی کے نام پر رسوم غیر کی اپنائیت اور بے حیائی و عریانی کی فضا ہے جس کا نتیجہ انتشار اور تباہی ہے۔ مذاہب کے درمیان ایک قدر مشترک اخلاقیات ہے، صداقت وراست گوئی، عفت وعصمت، دیانت وامانت، باہمی اُلفت ومحبت، رشتوں کا احترام، ہمدردی اور ان کی خبر گیری، تعصب اور فرت سے اجتناب، کسی کے حق پر دست درازی اور ظلم وزیادتی کا خاتمہ، اس طرح کی اخلاقیات کی اہمیت تمام مذاہب تسلیم کرتے ہیں اور ان کے مخالف رویّے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اسلام معاشرے میں اخلاق کو فروغ دینا چاہتا ہے، اس کیلئے اس کا اپنا ایک طریقہ اور لائحۂ عمل بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ اخلاق کو عام کرنے کی جو کوشش ہو اس میں وہ اپنے اصول کے تحت شریک ہو سکتا ہے۔ مذاہب کے ماننے والوں کو وہ نجی زندگی میں اپنی شریعت پر عمل کی اجازت دیتا ہے، لیکن اپنے دائرۂ اختیار میں آخری شریعت کو نافذ کرتا ہے۔

اسلام، امنِ عالم کا داعی ہے۔ یہ ہر ایک سے دلیل وبرہان کی بنیاد پر مکالمہ کرتا ہے اور اپنے مخالفین تک سے دلیل وبرہان لانے کا مطالبہ کرتا ہے اسی لئے تو ارشاد ربانی ہے کہ:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔[1] کہہ دیجئے کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔

اسی بناء پر یہ دین دلائل، سچائی اور علم کی بنیاد پر مفاہمت کی دعوت دیتا ہے۔ یہ تصادم اور مخاصمت کے ماحول کے بجائے ایک پر امن اور مکالماتی فضا تشکیل دیتا ہے۔ نبی کریمؐ کی حیات طیبہ اظہار حق، استقامت اور اخلاق عالیہ کے ساتھ ساتھ مثبت ومفاہمتی عمل کی داعی رہی ہے۔ اور اس میں غلبہ ٔ دین کا مقصد پیش نظر رہا ہے۔ دنیا کو اس وقت بالعموم اور وطن عزیز کو بالخصوص جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل سیرت طیبہ کے اندر موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمہ پہلو ہے اور آپؐ کا اسوہ حسنہ، عالم گیر اس لیے ہے کہ آپؐ کی تعلیمات میں ان پیش آمدہ مسائل کے حل کی بنیادیں فراہم کی گئی ہیں۔ انسان کا جذبہ ٔ مفاہمت اسے ہر مسئلے کے حل کی جانب لے جاسکتا ہے اور حسن نیت وعزم وارادہ کے ساتھ مشکل سے مشکل مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

آج دنیا اخلاقی پستی اور کردار وعمل کی گراوٹ کا شکار ہے۔ جب تک اخلاق کی اس پستی سے چھٹکارا نہ ملے تب تک گھر سے لے کر پورے عالم تک امن اور سکون کا میسر آنا مشکل امر ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا۔[2]

ترجمہ:　مؤمنین میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہو۔

گویا اخلاق کی بلندی سے ایمان کی بلندی مشروط ہے۔ تعمیر اخلاق وکردار کی ترغیب کے لیے آپؐ نے ایک اور انداز سے فرمایا کہ:

ما من شیء اثقل فی المیزان من حسن الخلق، ان المؤمن لیدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم۔[3]

ترجمہ:　ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں۔ بیشک مؤمن اچھے اخلاق کے

ذریعے روزہ دار اور نماز والے کا درجہ پاتا ہے۔

اس لیے آج کے دور میں اگر ہم مکالماتی عمل کی بنیاد حسن اخلاق کو بنائیں تو دنیا کے اس سے بڑے مسئلے کا حل نکل سکتا ہے۔ اسی طرح فہم و فراست ایک ملکہ ہے جو اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہے۔ یہ نعمت جسے عطا ہو جائے وہ معاشرے میں خیر و نفع رسانی کا پیامبر بن جاتا ہے۔ مشکل سے مشکل مسئلے کی تہہ تک پہنچنا اور اسے دانش سے حل کرنا، اللہ کی عنایت ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ: "انسان کی عظمت اس کی دین داری میں ہے، اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کا حسب اس کے اخلاق ہیں"[4]۔

دانش نوازی اور خرد افروزی کا کیا زبردست انداز ہے، ایک صحابی میں خرد و دانش کا یہ جلوہ دیکھ کر حضور ﷺ نے ان کی تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا:

انك فيك خصلتين يحبهما الله الحلم والاناة۔[5]

ترجمہ: 　تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ یہ دو عادتیں حلم و بردباری ہے۔

اس فہم و فراست سے کام لے کر آج کے عہد میں بالخصوص ہم متعدد اختلافات کو حل کر سکتے ہیں اور معاشرے میں مثبت مکالماتی اذہان پیدا کر سکتے ہیں۔ ایسے کئی ظواہر ہیں جن میں اختلاف دکھائی دیتا ہے لیکن فراست کی نظر میں وہ اختلاف نہیں ہوتا۔ اسے کبھی تطبیق کے ذریعے اور کبھی ترجیح سے حل کر کے رفع فساد کیا جا سکتا ہے۔

کائنات کا نظام ہو یا انسان کی روحانی یا عملی اصلاح کا نظام، ان سب کی بنیاد عدل پر ہے۔ عدل نہ ہونے سے یہ دنیا ظلم و طغیان کا گھر بن جاتی ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے تقویٰ کا راستہ عدل کو قرار دیا:

اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ۔[6] عدل کرو کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی عدلِ کامل کی آئینہ دار تھی۔ عدل کے فروغ کے لیے مفاہمت

کے جذبات کا عام ہونا ضروری ہے جتنی حق تلفی کم ہو گی اتنی ہی عدل کی فضا بنے گی۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ:

تعافوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب۔[7]

ترجمہ: آپس میں ایسے گناہوں کو معاف کر دیا کرو جن سے حد لازم آتی ہے لیکن مجھ تک جو واقعہ پہنچے گا میں اس کی سزا دوں گا۔

یہاں بڑے لطیف طریقے سے عدل اور مفاہمت کو آپؐ نے اکھٹا کر دیا یعنی جذبہ ٔمفاہمت سے عفو در گزر کا حوصلہ پیدا ہو گا اور معاشرہ میں کھچاؤ اور بے قراری نہیں رہے گی۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو فکری اور عملی حوالے سے تمام مذاہب کی کسوٹی و فرقان ہے۔ اس کی کتاب قرآن مجید ہر عیب سے پاک اور "لا ریب فیه"[8] ہونے کے ساتھ ساتھ "مصدقا لما بینهم"[9] کی علمبردار ہے۔ جس کی استنادی شان یہ ہے کہ "لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه"[10] اور خود صاحب قرآن حامل خلق عظیم ہیں۔ اس لیے احقاق حق اور ابطال باطل کے باوجود اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ احترام اور مفاہمت کا سبق دیتا ہے۔ پھر اسلام کی رواداری اس قدر وسعت پذیر ہے کہ وہ ہر طرح کے جبر کی نفی کرتا اور کسی پر بھی کوئی چیز مسلط نہیں کرتا، اسی لئے تو قرآن کریم میں "لا اکراہ فی الدین"[11] فرمایا گیا ہے۔ احترام مذاہب کی اس حکمت عملی کے چند اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

1: مشترک نکات پر دعوت اتحاد:

اسلام حقائق پر نظر رکھتا ہے اور کئی ایک متنازعہ ابحاث سے گریز کرتا ہے کیونکہ اس کے بہتر نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ اس لیے وہ مذاہب میں اشتراکات کو بنائے اتحاد بناتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی دعوت اس طرح دی گئی ہے کہ:

یا اهل الكتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله۔[12]

ترجمہ: اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرادیں اس کا کسی کو اور نہ بنادیں کوئی کسی کو رب سوائے اللہ کے۔

مفتی محمد شفیعؒ نے معارف القرآن میں اس آیت کی توضیح اس طرح سے کی ہے کہ:

"اس آیت سے تبلیغ دعوت کا ایک اہم اصول معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ پر دی، جس پر دونوں کا اتفاق تھا"[13]

مفاہمت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ اشتعال میں لائے بغیر مشترک مسلمات کی دعوت دی جائے۔ یہی حکمت عملی دعوت دین کے نفوذ اور پھیلاؤ کا سبب بنتی ہے اور اس سے مفاہمانہ مکالمے کا راستہ پیدا ہوتا ہے اور مفاہمتی عمل کے لیے کئی کشادگیاں سامنے آتی ہیں۔

2: مذہبی شخصیات کا احترام:

حضور ﷺ کا اسوۂ عالیہ، انسانی احترام کی تلقین و تحسین کرتا ہے اور دیگر پیشوایان مذاہب کے اکابر کے ادب کا ماحول تشکیل دیتا ہے۔ غیر مسلموں کے بارے میں اسلام کی شاندار تعلیمات ایسی ہیں جن کی مثال دنیا کا کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں نے ان احکامات کی پاسداری میں غیر مسلموں سے حسن سلوک کی درخشندہ روایات قائم کیں۔ جملہ مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں غیر مسلموں کو مسلم خلفا کی طرف سے مذہبی جبر کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس امر کا پابند کیا کہ وہ دوسروں کے مقدس مقامات اور مذہبی شخصیات کا احترام کریں، دوسرے ادیان سے تعلقات

کے معاملہ میں غیر جانبداری اور انصاف پسندی کا تقاضا کرتا ہے، دیگر ادیان کیساتھ میل جول کے تعلقات قائم کرنے کیلئے ایسے موضوعات پر گفتگو کرنے سے گریز کرنے کی ہدایت کرتا ہے جو باہمی نزاع کا باعث بنیں اور اُس کی بجائے اُن موضوعات پر زور دیتا ہے جن میں یکسانیت ہو۔ قرآن مجید میں اس بارے میں ارشاد ہے کہ:

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔[14]

ترجمہ: اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے۔

اس کی تشریح میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں کہ:

"جو کام اپنی ذات کے اعتبار سے جائز بلکہ کسی درجہ میں محمود بھی ہو مگر اس کے کرنے سے کوئی فساد لازم آتا ہو، یا اس کے نتیجے میں لوگ مبتلاء معصیت ہوتے ہوں وہ کام بھی ممنوع ہو جاتا ہے کیونکہ معبودات باطلہ یعنی بتوں کو برا کہنا کم از کم جائز تو ضرور ہے اور ایمانی غیرت کے تقاضا سے کہا جائے تو شاید اپنی ذات میں ثواب اور محمود بھی ہو مگر چونکہ اس کے نتیجے میں یہ اندیشہ ہو گیا کہ لوگ اللہ جل شانہ کو برا کہیں گے تو بتوں کو برا کہنے والے اس برائی کا سبب بن جائیں گے، اس لئے اس جائز کام کو بھی منع کر دیا گیا"۔[15]

اسی طرح مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مذکورہ آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

"کسی مذہب کے اصول و فروع کی معقول طریقے سے غلطیاں ظاہر کرنا یا اس کی کمزوری پر تحقیقی و الزامی طریقے سے متنبہ کرنا جداگانہ چیز ہے۔ لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر و توہین اور دلخراش الفاظ نکالنا قرآن نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا"۔[16]

یعنی اسلام کا اصل منشاء یہی ہے کہ مخاصمت کی بجائے، مفاہمانہ مکالمے کا ماحول پیدا کیا جائے۔

ضیاء القرآن میں اس کی بڑی پر حکمت توضیح کی گئی ہے۔

"آیت سے مبلغین اسلام کی تربیت مقصود ہے تاکہ وہ اسلام کی دعوت کو پوری شائستگی اور متانت سے پہنچانے کے لیے تیار ہو جائیں، انہیں حکم دیا کہ مشرکین کے باطل خداؤں کو برا نہ کہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مشتعل ہو کر تمہارے معبود برحق کی جناب میں گستاخی کرنے لگیں"۔[17]

یعنی ایسا ماحول اور حالات پیدا نہ کیے جائیں کہ جس میں گالم گلوچ اور عدم برداشت کے رویے نمایاں ہوں بلکہ احترام باہمی کو بنیاد بنا کر مفاہمانہ گفتگو کی جائے۔اسی طرح قرآن ماقبل کے ادیان کے علماء کے احترام کی ہدایت کرتا ہے:

ذالك بانهم قسيسين ورهباناًوانهم لايستكبرون۔[18]

ترجمہ: یہ اسلئے کہ اُن میں سے عالم اور راہب ہیں اور اِسلئے کہ وہ تکّبر نہیں کرتے۔

اسلام نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور مذہبی شعارات کو بھی پورا تحفظ فراہم کیا۔ مغربی مؤرخین کا بھی اس امر پر اتفاق ہے کہ خلافت کے زیر اثر مسلم علاقوں میں مسلم حکمرانوں نے عیسائیوں کو بھرپور مذہبی تحفظ فراہم کیا۔ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ یہودیوں کو جب دیگر اقوام کے مظالم کے نتیجے میں یورپ سے نکلنا پڑا تو اُنہوں نے مسلم علاقوں میں آکر پناہ لی۔ اَندلس میں یہودیوں اور عیسائیوں کو ہر قسم کے حقوق حاصل رہے۔یہ اسلامی تعلیمات کوئی نئی نہیں بلکہ اسلام کا ہر طالبعلم انہیں بخوبی جانتا ہے!ماضی اور حال میں کبھی بھی مسلمانوں نے کسی قوم کی مذہبی شخصیات، دینی شعارات اور عبادت گاہوں کو نشانہ نہیں بنایا، لیکن مقامِ افسوس ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں ہی پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت کو ایک مسلسل اور مذموم روایت بنالیا گیا ہے، کبھی مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآنِ مجید کی مثل خود ساختہ قرآن (مثلاً فرقان الحق وغیرہ) تیار کرکے بڑے پیمانے پر پھیلائے جاتے ہیں اور کبھی معاذ اللہ قرآنِ عظیم کو ہی باتھ روم اور

ٹوائلٹ میں بہانے کی جسارت کی جاتی ہے۔ کبھی اسلامی شعار ''حجاب'' کے خلاف دنیا کے مختلف ملکوں میں تحریکیں اُٹھتی ہیں تو کبھی داڑھی کو مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسلام کی تمام تعلیمات کو طنز واستہزا کی بھینٹ چڑھانا اور اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا عالمی میڈیا کا معمول بن چکا ہے۔ رواداری اور باہمی احترام کا یہ سبق دیگر مذاہب کو بھی دیا جانا چاہئے۔

3: عبادت گاہوں کا تحفظ:

اسلام مذاہب کی عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے اور ان کے مذہبی شعائر کی بے ادبی سے روکتا ہے تاکہ دیگر مذاہب کے ساتھ مفاہمت کا دروازہ کھل سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی عبادت گاہوں کے متعلق کہ جہاں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے فرمایا:

ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم لبعض لھدمت صوامع وبیع و صلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔[19]

ترجمہ: اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو دوسرے سے تو ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ:

لولا اظہارہ وتسلیطہ المسلمین علی الکافرین بالمجاھدۃ لا ستولی المشرکون علی اھل الملل المختلفۃ فی ازمنتھم وعلی متعبداتھم فھدموھا،ولم یترکو للنصاریٰ بیعا ولا لرھبانھم صوامع ولا للیھود صلوات ای: کنائس وسمیت الکنیسۃ صلاۃ؛ لانھا یصلی فیھا۔[20]

ترجمہ: اگر کفار پر جہاد کے ذریعے دباؤنہ ڈالا جاتا تو مشرکین، دیگر ادیان والوں کی عبادت گاہوں پر غلبہ پا کر ان کو گرا دیتے اور نہ کسی نصرانی کا گرجا بچتا اور نہ ان کے درویشوں کے گنبد باقی رہتے اور نہ ہی یہود کے تکیہ خانے اور کنائس چھوڑے جاتے بلکہ سب کو زمین بوس کر کے مٹا دیا جاتا۔

اسی طرح مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

"مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر کفار سے قتال وجہاد کے احکام نہ آتے تو کسی زمانے میں، کسی مذہب وملت کے لئے امن کی جگہ نہ ہوتی۔ موسیٰؑ کے زمانے میں صلوات اور عیسیٰؑ کے زمانے میں صوامع اور بیع اور خاتم الانبیاءﷺ کے زمانے میں مسجدیں ڈھادی جاتیں"۔[21] "آیت میں صوامع، صومعہ کی جمع ہے جو نصاریٰ کے تارک الدنیا راہبوں کی مخصوص عبادت گاہ کو کہا جاتا ہے۔ بیع، بیعۃ کی جمع ہے جو نصاریٰ کے عام کنیسوں کا نام ہے اور صلوات ، صلوت کی جمع ہے جو یہود کے عبادت خانے کا نام ہے اور مساجد مسلمانوں کی عبادت گاہوں کا نام ہے"۔[22]

یعنی ہر مذہب کی عبادت گاہوں کا تحفظ اللہ کی ایک خاص حکمت کا مظہر ہے اس لیے یہ عبادت گاہیں جب تک فساد فی الارض کا باعث نہیں بنتیں تب تک ان کا تحفظ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس سے دیگر مذاہب کو رواداری اور مفاہمت کا پیغام ملتا ہے کہ اسلام کے اندر کس قدر وسعت اور مخالفین تک کے لیے کس قدر گنجائش ہے اور یہ دین مفاہمتی عمل کی کس قدر حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

4: اہل کتاب کے جان ومال کا تحفظ:

اسلام دیگر ادیان کے ساتھ رواداری کی تعلیم دیتا ہے اور اپنی رحمت سے غیر مسلموں کو بھی محروم نہیں رکھتا۔ عہد نبویﷺ میں غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا۔ رحمۃ للعالمین نے ان کو جو حقوق دیے وہ رواداری اور مفاہمتی عمل کی عدیم النظیر مثالوں میں سے ہیں۔ آپ ﷺ نے لکھوایا کہ:

ولنجران وحاشیتها جوار الله وذمة محمد النبی رسول الله علی انفسهم، وملتهم، وارضهم واموالهم وغائبهم وشاهدهم وعیرهم وبعثهم وامثلتهم لایغیر ما کانوا علیه ولا یغیر حق من حقوقهم وامثلتهم لایفتن اسقف من اسقفیته ولا راهب من رهبانیته ولا واقه من وقاهیته علی ما

تحت ایدیھم من قلیل اوکثیر ولیس علیھم رھق ولا دم جاھلیة ولا یحشرون ولا یعشرون [23]

ترجمہ: نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال ان کی حاضر وغائب، ان کے وفد، ان کے قاصد، ان کی عورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسولؐ کی امان میں ہیں، ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا، اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے، نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے اسی طرح رہے گا، ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم کا بدلہ نہیں لیا جائے گا نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہو گا۔

اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفاء کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے یہاں تک کہ اس بارے میں خدا کا کوئی دوسرا حکم داخل نہ ہو، جب تک وہ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، ان کے ساتھ جو شرائط کیے گیے ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔[24] اس سے بڑھ کر انسان دوستی اور مفاہمتی عمل کی عالم مذاہب میں کیا مثال ہو سکتی ہے۔

خلاصہ بحث:

اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ تمام مذاہب کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے ماننے والے اس پر ایمان بھی لاتے ہیں اور وہ کسی مذہب کو مسترد نہیں کرتے۔ حضور ﷺ کا بقائے باہم اور بین المذاہب احترام پر کتنا یقین تھا اس کا اندازہ حلف الفضول کے قیام سے لگایا جا سکتا ہے جس کا مقصد مذہب، قبیلے اور حسب و نسب سے اوپر اٹھ کر کمزور طبقات کو ظلم سے بچانا تھا۔ حلف الفضول کا تاریخی معاہدہ جس میں اللہ کے رسولؐ نے نبوت سے قبل ایک تکثیری معاشرے ہی کے اندر رہ کر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس میں مشرکین، ملحدین اور موحدین سب نے ایک

جٹ ہو کر برائی اور ناانصافی کے خلاف مشترکہ جدوجہد کرنے کا عہد باندھا تھا۔ اللہ کے رسولؐ عہد رسالت میں بھی اس معاہدے کی بڑی قدر کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح کا معاہدہ پھر کوئی ہو تو اس عنوان کی دعوت میں آپؐ اب بھی شریک ہونا چاہیں گے۔ میثاق مدینہ ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کی بہترین مثال ہے اس میں تمام لوگوں کو اپنے مذاہب پر عمل کرنے اور اپنے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل تھا۔ کوئی مذہب نفرت اور تفرقہ کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ تمام مذاہب انسانیت کی تعمیر پر زور دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے تکثیری معاشرے میں غیر مسلموں کیساتھ جو رویہ اپنایا وہ واحد راستہ ہے جسے اپنا کر دنیا کے ہر شعبہ میں کامیابی اور کامرانی کی معراج کو چھوا جاسکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اخلاق و کردار، حسن تعلیم وتربیت کی تلقین کی ہے، مگر مسلم معاشرہ اخلاق کی بنیادی چیزوں سے محروم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی نشرو اشاعت، دعوت وتبلغ کا فریضہ حسن اخلاق سے ہی مکمل ہوا ہے، ثمامہ اسلام کا بدترین دشمن تھا جس کو آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسے بغیر سزا کے معاف کر دیا، جس پر وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا، اسی طرح اللہ کے رسول نے عکرمہ، صفوان بن امیہ اور ابوسفیان کے ساتھ بھی حسن اخلاق کا برتاؤ کیا جو اس بات کی شاہد ہے کہ آپؐ کے حسن سلوک سے کئی مشرکین دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے کردار و عمل میں اسوہ رسول سے رہنمائی لیکر وہ وسعت پیدا کریں جو نبی ﷺ کی ذات بابرکت کی خاصہ تھی۔

مختصراًیہ کہ اسلام، امنِ عالم کا داعی مذہب ہے۔ اسلام ہر ایک شخص سے دلائل وبراہین کی بنیاد پر مکالمہ کرتا ہے اور اپنے مخالفین تک سے دلیل وبرہان لانے کا مطالبہ کرتا ہے، یہ تصادم اور مخاصمت کے ماحول کے بجائے ایک پر امن اور مکالماتی فضا تشکیل دیتا ہے۔ اسلام حقائق پر نظر رکھتے ہوئے

مذاہب میں اشتراکات کو بنائے اتحاد بناتا ہے۔ مفاہمت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ اشتعال میں لائے بغیر مشترک مسلمات کی دعوت دی جائے۔ یہی حکمت عملی دعوت دین کے نفوذ اور پھیلاؤ کا سبب بنتی ہے اور اس سے مفاہمانہ مکالمے کا راستہ پیدا ہوتا ہے اور اسی میں غلبۂ دین کا مقصد پیش نظر رہا ہے۔ عہد حاضر میں ہم نبوت کی کرنوں سے جس قدر مستفید ہوں گے، معاشرے کی ظلمتیں اتنی ہی کم ہوں گی۔ تعصب و جہالت سے لے کر غربت و ظلم تک جتنے مصائب و کمزوریاں ہیں ان کی اصلاح، تعلیمات نبوی ﷺ کے منہج سے ہی ممکن ہیں۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لیے آپ ﷺ کے مشن کی عملی تکمیل اور فکری توضیح و توسیع، پوری امت کی ذمہ داری ہے۔

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا وہ ہزاروں کا سہی اب جو، تاحشر کا، فردا ہے وہ تنہا تیرا

حوالہ جات

[1] البقرۃ2:111

[2] الشیبانی، ابو عبداللہ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، روایت عن ابن عمر، ج2، ص50

[3] السجستانی، ابوداؤ سلیمان ابن اشعث، السنن لابی داؤود، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ج2، ص318

[4] ابومحمدعبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل، سنن الدارمی، داراحیاءالتراث العربی، بیروت، رقم الحدیث، 3848

[5] القشیری، ابوالحسین مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح للمسلم، کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ تعالیٰ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، 1956ء، ج1، ص35

[6] المائدہ8:5

[7] بحوالہ بالا، السنن لابی داؤد، کتاب الحدود، باب یعفی عن الحدود مالم تبلغا لسلطان، ج2، ص253

[8] البقرہ2:2

[9] البقرۃ:2:89

[10] حم السجدۃ 42:41

[11] البقرۃ 256:2

[12] آل عمران64:3

[13] مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 2009ء ج2، ص87

[14] الانعام108:6

[15] بحوالہ بالا، معارف القرآن، ج3، ص421

[16] عثمانی، مولانا شبیر احمد، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، 2000ء، ج1، ص424

[17] الازہری پیر، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن ،ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ج1، ص590

[18] المائدہ82:5

[19] الحج40:22

[20] النسفی، ابو البرکات عبد الله بن احمد بن محمود، مدارك التنزیل و حقائق التاویل مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، ج2، ص732

[21] بحوالہ بالا، معارف القرآن، ج6، ص271

[22] ایضا، ص270

[23] البلاذری، احمد بن یحیٰ بن جابر بن داؤد، فتوح البلدان، دار النشر، القاہرہ، 1956ء، ص87

[24] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیہ فی العہد النبوی، مطبعۃ الجنۃ التالیف والترجمۃ، القاهرۃ، 1941ء، ص80-81